ماہنامہ مجلہ

حیاتِ نو

بلریاگنج

ادب واحترام، فیاضی، کردار کی بلندی، اخلاق، اعلیٰ خیالات، اور وہ سب کچھ جس کو خدائی صفات کہا جا سکتا ہے وہ کبھی الحاد سے پیدا نہیں ہو سکتیں جو کہ دراصل خود بینی کی عجیب وغریب قسم ہے۔ جس میں آدمی خود اپنے کو خدا کے مقام پر بٹھا لیتا ہے عقیدے اور یقین کے بغیر تہذیب تباہ ہو جائے گی، نظم بے نظمی میں تبدیل ہو جائے گا ضبط نفس اور اپنے آپ پر کنٹرول کا خاتمہ ہو جائے گا اور برائی ہر طرف پھیل جائے گی۔ ضرورت ہے کہ ہم خدا پر اپنے یقین کو دوبارہ مضبوط کریں۔

(اے کریسی ماریس۔ صدر نیو یارک اکیڈمی آف سائنس)

جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ

حیات نو

بلریاگنج

شمارہ ۱۰	رجب ۱۴۲۱ھ اکتوبر ۲۰۰۰ء	جلد نمبر ۱۶

معاون مدیر
انیس احمد فلاحی مدنی

مدیر مسئول
نور محمد فلاحی

★ سالانہ زر تعاون : ۵۰ روپے
★ خصوصی زر تعاون : ۱۰۰ روپے
★ بیرون ملک : ۲۵ امریکی ڈالر

★ طلبہ کے لیے : ۴۰ روپے
★ اعزازی زر تعاون : ۱۰۰۰ روپے
★ قیمت فی شمارہ : ۶ روپے

◯ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے
لہٰذا جلد از جلد سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ مجلہ حیات نو، جامعۃ الفلاح
بلریاگنج، اعظم گڑھ (یوپی) ۲۷۶۱۲۱
☎ :05466-25115

نقوش حیات نو

○ اداریہ

ڈاکٹر منور حسین فلاحی کا حادثہ جانکاہ — انیس احمد فلاحی — ۳

○ شمع فروزاں

جب عمل کا رخ خدا کی طرف ہوتا ہے۔ — ولی اللہ مجید قاسمی — ۶

○ بحث و نظر

فیملی پلاننگ — ولی اللہ مجید قاسمی — ۹

○ مذاہب عالم

ہندو دھرم (۳) — انیس احمد فلاحی — ۲۲

○ فقہ و فتاوی

تارک صلوۃ کا حکم — ادارہ — ۵

○ تعارف و تبصرہ

الصادق الامین — افتخار الحسن مظہری — ۲۷

○ شعر و نغمہ

غزل — منور علی عاقل — ۳۰

○ گنج شیریں

اورت مقابلہ عورت — ثناء اللہ سیالکوٹی — ۲۹

○ جامعہ کے لیل و نہار

جمعیۃ الطلبہ کا تعلیمی مظاہرہ — ادارہ — ۳۱

مولانا قمر الزماں صاحب کی تذکیر

نئی تقرری

اظہار تعزیت

اداریہ

ڈاکٹر منور حسین فلاحیؒ
کا
حادثہ جانکاہ

انیس احمد فلاحی

ڈاکٹر منور حسین فلاحی مرحوم جگر کی خرابی کی بنا پر ۱۹ ر ستمبر ۲۰۰۹ء کی شب میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے انتقال کی خبر جامعہ میں بڑے ہی رنج و غم کے ساتھ سنی گئی، ہر چہرہ پر اداسی کی تحریریں نمایاں تھیں جو اس میں چھپے ہوئے طوفان غم کی غمازی کر رہی تھیں۔

مرحوم جامعۃ الفلاح کے قدیم فارغین میں سے تھے، جامعہ سے فراغت (فضیلت ۱۹۷۶ء) کے بعد آپ نے مختلف مکاتب و مدارس میں تدریسی فرائض انجام دیے لیکن حصول علم کے جذبہ نے مشہور عصری دانش گاہ علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں جانے پر مجبور کیا اور آپ نے وہاں سے اردو میں امتیازی نمبروں سے ایم اے اور پی ایچ ڈی کی۔ پی ایچ ڈی کے بعد وہیں شعبہ اردو میں لکچرار ہو گئے۔ مرحوم کی اردو ادب اور تاریخ پر گہری نظر تھی۔ مختلف دینی، علمی و ادبی پرچوں سے آپ کا تعلق تھا۔ ایک عرصہ تک "تحقیقات اسلامی" سے وابستہ رہے، ماہنامہ "رفیق" کے تین سال ایڈیٹر رہے۔ "اردو بک ریویو" میں کتابوں پر آپ کے تبصرے برابر آتے رہے۔

انجمن طلبہ قدیم کی شوریٰ کے بھی آپ متعدد بار رکن رہے اور انجمن کی تعمیر و ترقی میں آپ کا زبردست رول رہا۔ جب جب انجمن یا انجمن کی کسی یونٹ نے آپ کو یاد کیا آپ اپنی تمام مصروفیتوں کو چھوڑ کر جامعہ تشریف لائے اور اس کے منصوبوں کو روبہ عمل لانے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے۔

علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے طلبہ ہوں یا جامعہ کے فارغین ہر جگہ آپ کو مقبولیت حاصل تھی۔ آپ کی مقبولیت و محبوبیت کے اسباب میں آپ کے کریمانہ اخلاق اور متواضعانہ

سلوک کا کافی درس تھا۔ مرحوم بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ چند نمایاں خوبیاں یہ تھیں :

سادگی

سادگی موصوف کا ایک نمایاں وصف تھا۔ لباس، غذا ہر چیز میں سادگی نمایاں تھی۔ معمولی سی چپل اور سادہ کپڑے پہنے ہوئے یونیورسٹی کے جملہ مقامات پر نظر آتے تھے۔

تواضع و خاکساری

تواضع و خاکساری موصوف کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بڑوں کا ادب و احترام ہمیشہ ملحوظ رکھتے۔ علمی اعتبار سے ایک بلند پایہ ادیب اور مشہور انشا پرداز تھے لیکن کبھی غرور و پندار کبھی آپ کو لاحق نہ ہوا کیونکہ آپ صحیح علم اور سچے ایمان سے بہرہ ور تھے اور سچا ایمان اور صحیح علم انسان کو ادب و تہذیب سکھلاتا اور متواضع بناتا ہے۔ اہل علم و ایمان جس قدر کمالات و مراتب میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر جھکتے اور اپنے کو ناچیز سمجھتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ ان کے درجات اور زیادہ بلند کرتا ہے: "من تواضع لله رفعه الله"

اسلامی تہذیب و تمدن سے وابستگی

موصوف اسلام کو ایک مکمل نظریہ حیات مانتے تھے۔ جو عقائد، عبادات، احکام، عدلیہ، حدود و تعزیرات، اخلاق و ادب اور اخلاص و تزکیہ سب کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ چنانچہ اسلامی تہذیب اور اسلامی لباس سے وابستگی تاحیات برقرار رہی۔ مغربی لباس سے ہمیشہ اجتناب کرتے رہے کیونکہ آپ کو خوب معلوم تھا کہ اس کو اختیار کرنا غلامانہ ذہنیت کی علامت ہے۔ اور انسان خارج میں کسی شے کو اس وقت تک اختیار نہیں کرتا جب تک داخل میں دل کی دنیا میں اس کو پسند نہ کرے۔ پھر دل کی پسند کا معاملہ عجیب ہوتا ہے وہ کسی ایک مقام پر نہیں ٹھہرتی بلکہ مسلسل پیش قدمی جاری رہتی ہے۔ لیکن جب بیداری ہوتی ہے لیکن کاتب بھی بیدار ہوتا ہے۔ اور پھر اس معاملہ میں وہ کسی شخص کی ڈانٹ ڈپٹ اور زجر و توبیخ کی بھی پروا نہیں کرتا۔ وہ آگے بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

تقویٰ اور للہیت

مرحوم کی پوری زندگی اخلاص و للہیت سے عبارت تھی۔ صوم و صلوٰۃ کی پابندی، اسلامی شعائر کا احترام اور اسلامی احکام کی بجاآوری میں آپ ضرب المثل تھے۔ سفر و حضر ہر جگہ اللہ کو یاد کرتے رہتے۔ مختصراً اگر یہ کہا جائے کہ آپ اس حدیث: "لا يزال لسانك رطبا بذكر الله" کے مکمل مصداق تھے، تو بے جا نہ ہوگا۔

موصوف نحیف و دبلے پتلے تھے۔ رنگ گورا اور قد لمبا تھا۔ چہرے پر گھنی اور لمبی داڑھی تھی چلنے میں تیز قدم تھے۔ چوڑا پائجامہ، کرتا اور ٹوپی عام لباس تھا۔ موسم کے لحاظ سے شیروانی بھی پہنتے تھے۔ خط نفیس اور عمدہ تھا۔ گفتگو کا انداز انتہائی شیریں اور دلکش تھا۔ انداز تدریس استخراجی اور محاضراتی تھا۔ مرحوم کا تعلق بہار کے مردم خیز علاقہ سمری بختیار پور (سہرسا) کے ایک معروف گھرانے سے تھا۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سب سے مشہور کتاب "مولوی چراغ علی حیات و خدمات" ہے جسے خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ نے شائع کیا ہے۔

اللہ رب العزت موصوف کی بشری لغزشوں کو معاف فرمائے، انھیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔ ☆☆

فقہ و فتاویٰ

نماز نہ پڑھنے والا ائمہ کی نظر میں

٭امام احمدؒ کا فتویٰ

امام احمدؒ کے نزدیک نماز نہ پڑھنے والا کافر ہے۔ مرنے کے بعد نہ تو اس کی تجہیز و تکفین کی جائے گی اور نہ ہی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ دنیا میں اس کی سزا قتل ہے۔ اور آخرت میں وہ جہنم کے شعلوں میں ہمیشہ جلتا رہے گا۔

٭امام مالکؒ و شافعیؒ کا فتویٰ

ان دونوں اماموں کے نزدیک نماز نہ پڑھنے والا شخص دنیا میں قتل کا مستحق ہے۔ تلوار سے اس کی گردن اڑا دی جائے گی اور آخرت میں اس کا معاملہ اللہ کی مشیت و مرضی پر موقوف ہوگا۔

٭امام ابوحنیفہؒ کا فتویٰ

نماز نہ پڑھنے والے کو عمر قید کی سزا دی جائے گی اور اس وقت تک اس کی رہائی نہ ہوگی جب تک کہ وہ نماز پڑھنا شروع نہ کر دے۔ ☆☆

شمع فروزاں

جب عمل کا رخ خدا کی طرف ہوتا ہے۔

ولی اللہ مجید قاسمی

جب عمل کا رخ خدا کی طرف ہوتا ہے تو نفع و نقصان کا پیمانہ بدل جاتا ہے، دنیاوی فائدہ و ضرر کی جگہ آخرت کا خسارہ اور کامیابی پیش نظر ہوتی ہے، دنیوی سود و زیاں سے انسان بے نیاز ہو جاتا ہے، اس کی نگاہ مخلوق سے ہٹ کر خالق پر مرکوز ہو جاتی ہے اور اسکی خوشی اور ناخوشی کو وہ اپنے لیے معیار بنا لیتا ہے، یہاں تک کہ مال و دولت کی چاہت اور بیوی بچوں کی محبت اس کی رضا کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن پاتی ہے، اور اس کی خوشنودی کی خاطر ہر چیز کو ٹھکرا دیتا ہے۔ ایسے عمل میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا سکتا ہے اور یہی عمل دنیوی مصائب و آلام اور جہنم سے نجات دلانے کا ذریعہ ہے، جیسا کہ حدیث میں مذکور اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے۔

عن عبداللہ بن عمرؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول "انطلق ثلاثة نفر...... الخ" رواہ بخاری و مسلم و غیرھما

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے کے لوگ۔ بنی اسرائیل میں سے تین آدمی ایک سفر میں نکلے رات گذارنے کے لیے انھوں نے ایک غار میں پناہ لی، اتفاقا اوپر سے ایک بھاری پتھر گرا اور غار کا منہ بند ہو گیا، اور باہر نکلنے کے لیے کوئی راستہ نہ رہا تو ان لوگوں نے کہا کہ اس غار سے نجات پانے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اپنے اچھے اعمال کے وسیلے سے اللہ سے دعا کی جائے ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ! میرا گذارہ صرف بکریوں پر تھا، میں انھیں چراتا اور ان کے دودھ سے پورے گھر والوں کا کام چلتا تھا، میرے والدین باحیات تھے جو بہت بوڑھے اور کمزور ہو چکے تھے، میرا معمول یہ تھا کہ سب سے پہلے والدین کو دودھ پلاتا اور اس کے بعد بیوی بچوں کو دیتا، ایک روز ایسا ہوا کہ درخت کے پتوں کی تلاش میں مجھے دور جانا پڑا جس کی وجہ سے واپسی میں کافی دیر ہو گئی، جب گھر آیا تو والدین

سو چکے تھے میں نے انھیں جگانا مناسب نہ سمجھا لیکن ان کے حصہ کا دودھ لیکر ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا کہ جب ان کی آنکھ کھلے گی تو دودھ پیش کر دوں گا، میں پیالہ لیے انتظار ہی کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی اس وقت وہ بیدار ہوئے اور دودھ میں نے انھیں پیش کیا حالانکہ میرے بچے پوری رات بھوک کی وجہ سے میرے قدم کے پاس روتے رہے مگر میں نے ان کی پرواہ نہ کی اور والدین سے پہلے ان کو دودھ پلانا گوارا نہ کیا۔ اے اللہ! اگر میرا یہ عمل تیری رضاجوئی کے لیے تھا تو اس عمل کے وسیلے سے ہمیں اس مصیبت سے نجات دے۔ اس دعا کے بعد چٹان تھوڑی سی کھسک گئی لیکن اب اس سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔

دوسرے شخص نے ان الفاظ کے ساتھ دعا کی اے اللہ! مجھے اپنے چچا کی لڑکی سے بہت محبت تھی میں اس سے اپنی نفسانی خواہش پوری کرنا چاہتا تھا مگر وہ اس سے انکار کرتی رہی یہاں تک کہ ایک سال وہ قحط کا شکار ہو گئی اور میرے پاس قرض کے لیے آئی، میں نے اس کو ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ تنہائی کا موقع فراہم کرے وہ مجبوراً اس کے لیے راضی ہو گئی یہاں تک کہ جب وہ ہر طرح سے میرے قابو میں آگئی اور میں بدکاری کے لیے بالکل آمادہ تھا کہ اس نے کہا اللہ سے ڈرو اور ناحق اس مہر کو مت توڑو، یہ سن کر میں اس سے الگ ہو گیا حالانکہ وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی، اور قرض میں دی ہوئی اشرفیوں کو بھی معاف کر دیا۔ اے اللہ! اگر میں نے تیری رضاجوئی کے لیے یہ کیا ہے تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دے۔ اس دعا کے بعد بھی چٹان کچھ اور ہٹ گئی لیکن اس سے نکلا نہیں جا سکتا تھا۔

تیسرے شخص نے کہا اے اللہ! میں نے کچھ لوگوں سے مزدوری کا کام لیا اور ہر ایک کی مزدوری ادا کر دی مگر ایک مزدور اپنی مزدوری لیے بغیر چلا گیا، میں نے اس کی مزدوری کو کھیتی میں لگا دیا اس سے جو کچھ مدنی ہوئی میں نے غلام وغیرہ کی تجارت میں لگا دیا یہاں تک کہ اس کے ذریعہ سے بہت زیادہ غلام، اونٹ اور بیل وغیرہ ہو گئے۔ ایک زمانے کے بعد وہ شخص میرے پاس آیا اور کہا اللہ کے بندے! میری مزدوری دے دو۔ میں نے اس سے کہا یہ اونٹ، گائے، بکری اور غلام جو تم دیکھ رہے ہو یہ سب تمہاری مزدوری ہے۔ اس نے کہا اللہ کے بندے مجھ سے مذاق مت کرو اور میری مزدوری ادا کر دو میں نے کہا میں مذاق نہیں بلکہ حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ یہ سن کر وہ

سب کچھ میسر تھا چھوڑ گیا، اے اللہ اگر میں نے اس کام کو تیری رضامندی کے لیے کیا ہے تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دے۔ چنانچہ چٹان ہٹ گئی اور وہ باہر نکل آئے۔ امام بخاری اور مسلم وغیرہ نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ دیکھئے ریاض الصالحین ۲۳ الترغیب ۵۱۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے لیے ضروری ہے کہ ہر کام اخلاص اور صدق نیت کے ساتھ انجام دے، نیز فراخی اور خوش حالی کے زمانہ میں اللہ کو یاد رکھنے سے تنگی و سختی کے موقع پر اللہ اس کی مدد کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ تعرف الی اللہ فی الرخاء یعرفک فی الشدۃ۔ تم خوش حالی میں اللہ کو یاد کرو اللہ سختی کے موقع پر تمھیں یاد رکھے گا۔

اور یہ کہ مصیبت کے وقت اللہ کی طرف متوجہ ہو اور نیک عمل کے وسیلہ سے دعا کرے کیوں کہ نیک عمل کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے خصوصاً اس وقت جبکہ دعا میں اضطراری کیفیت پیدا ہو جائے۔

اس روایت کے ذریعہ والدین کی محبت، ان کی اطاعت، ان کے ساتھ حسن سلوک نہایت ادب اور انھیں بیوی بچوں کے بالمقابل ترجیح دینے کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس میں عصمت و عزت کی حفاظت اور پاکیزہ زندگی گذارنے پر ابھارا گیا ہے اور پروردگار کی نگاہ لطف و کرم سے محرومی کے خوف اور اس کی سخت سزا کے ڈر کی وجہ سے ایسے وقت میں بدکاری سے باز آجانا جبکہ اس کے تمام اسباب مہیا ہو چکے ہوں، کوئی رکاوٹ نہ ہو، نہایت فضیلت کا حامل ہے، نیز امانت کی حفاظت، عہد کا پاس و لحاظ بڑی اہمیت کا حامل ہے اور یہ کہ اولیاء کی کرامت حق ہے۔ ☆☆

خوش خبری
ان شاء اللہ فروری ۲۰۰۱ء کا شمارہ
حدیث اور مستشرقین نمبر ہوگا
خواہش مند اور ایجنٹ حضرات اپنی مطلوبہ
کاپیوں سے فوراً مطلع فرمائیں۔
☆☆☆☆

حرف نظر

فیملی پلاننگ

ولی اللہ مجید قاسمی

نکاح کا بنیادی مقصد نسل انسانی کی افزائش ہے۔ اور اسی غرض سامی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن حکیم میں عورت کو "کھیت" سے تشبیہ دی گئی ہے۔[1] اور حدیث میں ایسی عورت سے نکاح کرنے کی ترغیب دی گئی ہے جس میں تولیدی صلاحیت زیادہ ہو۔[2] اور ایسے طریقے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے جس سے مقصود افزائش نسل کو روکنا اور ختم کرنا ہو۔

نیز اسلام نے ہمیں یہ عقیدہ دیا ہے کہ اللہ ہر چیز سے باخبر ہے اور اس کا ہر کام حکمت سے پر ہے، اس نے ہر چیز ضرورت کے مطابق پیدا کی ہے، کوئی چیز ضرورت سے زائد، فالتو اور بے کار نہیں ہے۔[3] وہ خالق ہے، پروردگار ہے اور ساتھ ہی ہر جاندار کی رزق رسانی کا ذمہ دار بھی ہے۔ لیکن دور حاضر کا انسان یہ سوچتا ہے کہ کیا اس کے دوش ناتواں ہی پر رزق رسانی کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے لہذا نسل کی افزائش پر روک نہیں لگاتا ہے تو وہ کیسے کھلائے گا؟ کہاں سے انتظام کرے گا؟ اسی طرح سے نسل بڑھتی رہی تو ترقی رک جائے گی اور معیار زندگی پست سے پست تر ہو جائے گا۔ زمانہ جاہلیت میں ایسی سوچ اور فکر کا انسان معصوم کلیوں کو کھلنے سے پہلے ہی مسل دیتا تھا اور انھیں زندگی کی نعمت سے محروم کر دیتا تھا، اور اس جدید دور میں جاہلیت کی تاریخ دہرائی جا رہی ہے، اور فرق صرف اس قدر ہے اس گھناؤنے اور بھیانک عمل پر اتنا کا خوبصورت سا پردہ ڈال دیا گیا ہے اور برتھ کنٹرول یا فیملی پلاننگ کا نام دے دیا گیا ہے، یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ پرانی چیز کا نیا نام ہے، نئی بوتل میں پرانی شراب ہے۔

نیا جال لایا پرانا شکاری

اس وقت فیملی پلاننگ کی جو شکلیں رائج ہیں وہ مجموعی اعتبار سے تین طرح کی ہیں۔

۱۔ عارضی طریقے
۲۔ مستقل طریقے

۳۔ اسقاطِ حمل

ا۔ عارضی طریقے

یعنی ایسی کوئی تدبیر اختیار کرنا کہ قوت تولید باقی رہے لیکن حمل نہ ٹھہرے۔ اس وقت اس کے لیے درج ذیل طریقے اختیار کیے جاتے ہیں:

ا۔ نرودھ　(CONDOM)

۲۔ لوپ اور کوائل

۳۔ مانع حمل دوائیں

۴۔ پانی کی پچکاری سے دھونا　(DUCH)

عارضی طریقے ہی کی ایک صورت عزل (WITHDRAWL) ہے۔ عزل کا مفہوم یہ ہے کہ جماع کے وقت منی نکلنے سے پہلے ہی عورت سے علیحدہ ہو جائے۔

احادیث میں عزل سے متعلق تفصیلی تذکرہ ملتا ہے، مگر بظاہر ان میں ایک گونہ اختلاف محسوس ہوتا ہے، کچھ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عزل جائز ہے جبکہ بعض دوسری حدیثوں سے اس پر ناگواری اور ناپسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے، جن حدیثوں میں جواز کا تذکرہ ملتا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:

عن جابر قال كنا نعزل على عهد رسول اللهﷺ فبلغ ذلك النبيﷺ فلم ينهانا.

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں عزل کیا کرتے تھے، آپ ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی لیکن آپ ﷺ نے منع نہیں کیا۔ ۸

حضرت جابرؓ ہی سے منقول ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں عزل کیا کرتے تھے اور قرآن نازل ہو رہا تھا۔ مشہور محدث سفیان بن عیینہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر عزل ممنوع اور ناجائز ہوتا تو قرآن ضرور اس سے منع کرتا۔ ۹

عن ابي سعيد الخدري أن رجلا قال يا رسول الله إن لي جارية وانا أعزل عنها وانا اكره أن تحمل وانا اريد ما يريد الرجال، وأن اليهود تحدث أن ذلك مؤدة الصغرى قال كذبت يهود، ولو اراد الله أن يخلقه ما استطعت أن تصرفه.

حضرت ابو سعید خدریؓ نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میری ایک باندی ہے اور میں اس سے عزل کرتا ہوں اور پسند نہیں کرتا کہ وہ حاملہ ہو، لیکن میں اس سے مقاربت بھی کرنا چاہتا ہوں حالانکہ یہود کہتے ہیں کہ یہ عزل چھوٹے پیمانے پر زندہ درگور کرنا ہے، آنحضور ﷺ نے فرمایا یہود جھوٹے ہیں، اگر اللہ پیدا ہی کرنا چاہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ ۹

عن جابر قال أن رجلا أتى رسول اللهﷺ فقال إن لي جارية هي خادمتنا و ساقيتنا في النخل وانا اطوف عليها واكره أن تحمل فقال عليه الصلوة والسلام اعزل عنها إن شئت فإنه سياتيها ما قدر لها.

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میری ایک باندی ہے جو ہماری خدمت اور کھجور کے باغ کی سینچائی کرتی ہے، میں اس کے ساتھ سوتا بھی ہوں لیکن یہ پسند نہیں کرتا کہ حاملہ ہو، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اس سے عزل کرو کیوں کہ جو اس کے مقدر میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔ ۱۰

یہ حدیثیں عزل کے جائز و درست ہونے کے سلسلہ میں بالکل ظاہر واضح اور صریح ہیں۔ ان کے برخلاف جن احادیث سے کراہت کا اظہار اور ناپسندیدگی کا اشارہ ملتا ہے یہ ہیں:

عزل سے متعلق دریافت کیے جانے پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ذلك الوأد الخفي" یہ پوشیدہ طور سے زندہ درگور کر دینا ہے۔ ۱۱

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے عزل کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ تمہارا کیا نقصان ہے اگر تم ایسا نہ کرو جو مقدر ہے وہ تو ہو کر رہے گا، لا علیکم الا تفعلوا ذاکم فإنما ھو القدر۔[12]

حدیث کے ایک راوی محمد ابن سیرین کہتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ تمہارا کیا نقصان ہے اگر تم ایسا نہ کرو ممانعت سے زیادہ قریب ہے۔[13]

حضرت ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس عزل کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا عورت ابھی بچے کو دودھ پلا رہی ہوتی ہے اور شوہر اس سے مقاربت کرنا چاہتا ہے لیکن یہ پسند نہیں کرتا کہ حاملہ ہو، ایسے ہی مالک اپنی باندی کے پاس جانا چاہتا ہے لیکن یہ گوارا نہیں کرتا کہ اسے حمل رہ جائے، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کیا حرج ہے اگر تم ایسا نہ کرو، جو مقدر ہے وہ ہو کر رہے گا، فلا علیک الا تفعلوا ذاکم فإنما ھو القدر۔[14] ——— حدیث کے راوی ابن عون کہتے ہیں جب میں نے یہ حدیث حسن بصریؒ کو سنائی تو وہ بول اٹھے کہ اللہ کی قسم یہ تو ڈانٹنا ہے واللہ لکأن ھذا زجر۔[15]

عزل سے متعلق مختلف حدیثوں کی وجہ سے صحابہ کرام کے درمیان بھی یہ مسئلہ اختلافی رہا ہے۔ حضرت عمرؓ، ابن عمرؓ، ابن مسعودؓ اسے مکروہ سمجھتے ہیں[16] جبکہ حضرت علیؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ، جابرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، خباب بن الارتؓ، اور حسن بن علیؓ کا رجحان جواز کی طرف ہے بلکہ اکثر صحابہ کرام کا یہی نقطہ نظر ہے، تابعین میں سے سعید بن المسیب، طاؤس، عطاء، اور نخعی کا بھی یہی خیال ہے، امام اعظم ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل کی بھی یہی رائے ہے۔[17]

جن احادیث سے ممانعت یا ناپسندیدگی کا اشارہ ملتا ہے ان کی یہ حضرات مختلف

توجیہیں کرتے ہیں۔ علامہ بیہقیؒ اور امام غزالی وغیرہ کا خیال ہے ان حدیثوں سے صرف ترکِ افضل اور خلافِ اولیٰ کا اظہار ہوتا ہے، ممانعت یا مکروہ تحریمی معلوم نہیں ہوتی ہے۔[18] امام طحاوی کا رجحان ہے کہ جن معاملات میں وحی نہ ہوتی ان میں آں حضور ﷺ یہود کی موافقت پسند کرتے تھے اس لیے آپ ﷺ نے پہلے یہود کے نظریہ کے مطابق عزل کو وأد خفی (پوشیدہ طور سے زندہ دفن کرنا) سے تعبیر فرمایا لیکن پھر وحی کے ذریعہ آپ ﷺ پر یہود کی غلطی واضح ہو گئی تو فرمایا کہ یہود جھوٹے ہیں، اللہ جسے پیدا کرنا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ کذبت یہود ولو اراد اللہ أن یخلقہ ما استطعت أن تصرفہ[19]۔ امام طحاوی کے خیال کی تائید ان روایتوں سے ہوتی ہے جن میں ہے کہ بعض صحابہ کرام بھی یہود کے نظریہ کے مطابق عزل کو وأد اصغر (چھوٹے پیمانے پر زندہ درگور کرنا) کہا کرتے تھے، چنانچہ عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس اور بعض دوسرے صحابہ کرام کا یہی خیال تھا، مگر جب اصل صورت حال سامنے آئی تو اس سے رجوع کر لیا[20] نیز حضرت عمر بھی اسے مکروہ سمجھتے تھے لیکن جب ایک مجلس میں حضرت علی نے اس نظریہ پر علمی اور حقیقی انداز سے نقد کیا تو پھر انھوں نے اس کی تائید فرمائی چنانچہ حضرت عبید بن عبداللہ روایت ہے کہ:

> حضرت عمرؓ کے پاس صحابہ کرام کے درمیان عزل کا تذکرہ چھڑ گیا اور مختلف رائیں سامنے آئیں۔ حضرت عمر نے کہا تم جیسے پاکباز اور جنگ بدر میں شامل لوگوں میں اختلاف ہے تو تمہارے بعد لوگ کیا کریں گے؟ پھر دیکھا کہ دو آدمی چپکے چپکے کچھ بات کر رہے ہیں تو پوچھا کہ یہ کیسی سرگوشی ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ یہود عزل کو چھوٹے پیمانے پر زندہ دفن کرنا کہتے ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا یہ زندہ دفن کرنا کیسے ہو سکتا ہے؟ زندہ دفن کرنا تو اسی وقت ہو گا جب جنین پر سات مرحلے گذر جائیں۔ پھر آپ نے قرآن کریم کی آیت تلاوت کی جس میں ان مراحل کا تذکرہ ہے کہ مٹی کا خلاصہ پہلے نطفہ بنتا ہے پھر جما ہوا خون پھر گوشت کا لوتھڑا، پھر ہڈی پھر گوشت پوست، ان سب کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (روح پھونکے جانے سے پہلے ہی زندہ درگور کرنا کیسے ہو سکتا ہے)

حضرت عمرؓ نے یہ لطیف استدلال سن کر کہا کہ آپ نے بالکل درست کہا اللہ آپ کی عمر طویل کرے صدقت اطال الله بقائك [۲۱]

واضح رہے کہ یہود کے قول موءودۃ صغری (چھوٹے پیمانے پر زندہ در گور کرنا) اور حدیث میں وارد لفظ واد خفی (پوشیدہ طور سے زندہ دفن کرنا) میں بظاہر کوئی خاص فرق نہیں ہے ،ایک ہی حقیقت کی ترجمانی مختلف الفاظ میں کی گئی ہے۔

غرضیکہ احادیث سے عزل کا جائز ہونا ثابت ہے۔اور دیگر حدیث وفقہ کے شناور فقہاء اور محدثین کا عام رجحان بھی یہی ہے، تاہم اس سلسلہ کی تمام حدیثوں پر نگاہ رکھنے والے سے یہ بات بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ اس عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی ہے،اس طریق کار کو پسند نہیں فرمایا گیا ہے کیونکہ اس میں تقدیر سے ایک گونہ فرار ہے،اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حدیث میں کہا گیا ہے فلا علیکم الا تفعلوا فانما هو القدر، نیز ارشاد ہے کہ تم عزل کیوں کرتے ہو؟اس لیے کہ جو روح کو دنیا میں آنا والی ہے وہ آکر رہے گی۔لم یفعل ذلك احدکم فانه لیست نفس مخلوقة الا الله خالقها . [۲۲]

عزل ہی کی طرح دیگر عارضی طریقوں کا بھی حکم ہے،چنانچہ فقہاء نے عزل پر قیاس کرتے ہوئے لکھا ہے:

یجوز للمرأة أن تسد فم الرحم من وصول ماء الرجل الیه لاجل منع الحمل واشترط صاحب البحر لذالك اذن الخروج.

عورت کے لیے درست ہے کہ مرد کی منی کو بچہ دانی تک پہنچنے سے روکنے کے لیے اس کا منہ بند کر دے،اور علامہ ابن نجیم مصری نے اس کے لیے شوہر کی اجازت ضروری قرار دی ہے۔ [۲۳]

امام ابن تیمیہؒ سے دریافت کیا گیا کہ جماع کے وقت عورت کے لیے دوا رکھنا جائز ہے تاکہ منی بچہ دانی تک نہ پہنچ سکے؟نیز اگر وہ اندر ہی رہ جائے تو کیا غسل کے بعد اسی حالت میں نماز اور روزہ درست ہے؟تو انھوں نے جواب دیا کہ دوا کی موجودگی میں بھی نماز اور روزہ درست

ہے،البتہ دوا رکھنے کے سلسلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے احتیاط اسی میں ہے کہ ایسا نہ کرے۔ [۲۴]

لہٰذا کسی عذر کی وجہ سے عارضی طریقوں کو اختیار کرنا درست ہے ،لیکن اسے ایک عام طرز عمل اور قومی پالیسی بنالینا احکام اسلام کے قطعاً خلاف ہے۔

چونکہ یہ ایک انفرادی معاملہ ہے اس اعتبار سے عذر بھی مختلف ہو سکتے ہیں۔ تاہم عام طور سے جو عذر پیش آسکتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ حمل کی وجہ سے ماں کی زندگی خطرہ میں ہو،کسی شدید بیماری کا اندیشہ ہو،اس کے اندر زچگی برداشت کرنے کی صلاحیت نہ ہو۔

۲۔ حمل کی وجہ سے دودھ پیتے بچے کی صحت پر خراب اثر پڑنے کا احتمال ہو۔اس صورت کا تذکرہ خود حدیث میں بھی ہے لیکن اس سلسلہ کی احادیث میں بظاہر کچھ اختلاف ہے،چنانچہ ابوداؤد میں ہے کہ "لا تقتلوا اولادکم سرا فان الخیل یدرك الفارس فیدعثره عن فرسه" اپنے بچوں کو پوشیدہ طور سے قتل مت کرو کیونکہ دودھ پیتے بچے کی موجودگی میں جماع کرنے سے اس کی صحت پر خراب اثر پڑتا ہے،اور یہ خراب اثر اس کی جوانی تک باقی رہتا ہے کہ جوانی میں اگر وہ گھوڑ سواری کرتا ہے تو اس کمزوری کی وجہ سے اس پر سے گر پڑتا ہے۔ [۲۵]

ابن ماجہ میں بھی الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ یہ روایت اس طرح ہے "لا تقتلوا اولادکم سرا فوالذي نفسي بیده ان الخیل لیدرك الفارس علی ظهر فرسه حتی یصرعه"

اپنی اولاد کو پوشیدہ طور سے قتل مت کرو،اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ دودھ پیتے بچے کی موجودگی میں جماع کرنے کی وجہ سے اسے جو کمزوری لاحق ہوتی ہے وہ جوانی میں گھوڑے کی پشت پر ظاہر ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اس سے گر پڑتا ہے۔ [۲۶]

جبکہ بعض روایتیں اس کے برخلاف ہیں مثلاً مسلم شریف میں ہے "لقد هممت ان انهی عن الغیلة ثم رأیت الفارس والروم یفعلونه ولا یضر اولادهم ذلك شیئا" میری خواہش ہوئی کہ لوگوں کو دودھ پیتے بچے کی موجودگی میں جماع سے روک دوں

پھر میں نے دیکھا کہ روم اور فارس کے لوگ ایسا کرتے ہیں مگر ان کے بچوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔[۲۷]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں آنحضور ﷺ نے فرمایا ایسا کیوں کرتے ہو؟ جواب دیا کہ بچوں کی صحت کے خوف سے (اشفق علی ولدھا) یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ نقصان دہ ہوتا تو فارس اور روم والوں کو بھی نقصان پہنچاتا۔[۲۸]

ان مختلف احادیث میں موافقت بیان کرتے ہوئے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ دودھ پیتے بچے کی موجودگی میں جماع سے نقصان کا نظریہ عربوں کا تھا، اس عمومی خیال کی وجہ سے آپ ﷺ نے بھی اس سے منع فرمایا لیکن جب مشاہدہ اور تجربے سے اس کے خلاف ہونا ثابت ہو گیا تو آپ ﷺ نے منع کرنا چھوڑ دیا، لیکن ایک مشہور محدث اور شارح حدیث علامہ سندی کہتے ہیں کہ یہ توجیہ بہت بعید ہے اس لیے اگر ممانعت عربوں کے خیال کی وجہ سے تھی تو آپ ﷺ نے قسم کھا کر کیوں کہا، محض لوگوں کے کہنے کی وجہ سے آنحضور ﷺ بذریعہ قسم ممانعت نہ کرتے "لو كان على زعم العرب لما استحسن القسم بالله۔ لہٰذا احادیث سے قریب تر مفہوم یہ ہے کہ جن حدیثوں میں محض خواہش کا اظہار ہے اور ممانعت نہیں ہے وہ پہلے کی ہیں، لیکن بعد میں اس کا نقصان آپ ﷺ پر واضح ہو گیا تو صراحتاً اس سے منع فرما دیا۔[۲۹]

علامہ ابن قیمؒ نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ دودھ پیتے بچے کی موجودگی میں جماع بچہ کے حق میں نقصان دہ تو ہے تاہم یہ نقصان کچھ زیادہ نہیں ہے، لیکن اس نقصان کے اندیشہ سے جماع پر پابندی لگا دینے کی وجہ اس سے زیادہ مفسدہ پیدا ہو سکتا ہے کہ مردوں کو مسلسل دو سال تک اپنے اوپر جبر کرنا بڑا مشکل ہو گا خاص طور سے جوانوں اور ارباب شہوت کے کسی برائی میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے، لہٰذا آپ نے اس قوی تر مفسدہ کی وجہ سے اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔[۳۰]

اس وقت چونکہ عارضی طریقوں کو استعمال کرتے ہوئے اس مفسدہ سے بچا جا سکتا نیز بچوں کی صحت کا تحفظ بھی ہو سکتا ہے اس لیے دوران رضاعت یا تو مباشرت سے بچنا چاہیے یا ان

عارضی طریقوں کو اختیار کرنا چاہیے۔

۳۔ بچوں کی تربیت اور نگرانی کا مناسب انتظام مشکل ہو جس کی وجہ سے ان کے بگڑ جانے اور خراب ہو جانے کا امکان ہو چنانچہ فقہاء کہتے ہیں: ان خاف من الولد السوء فی الحرة يسعه العزل بغير رضاها لفساد الزمان "آزاد عورت سے جماع کرنے میں خراب بچے کا اندیشہ ہو تو اس کی رضامندی کے بغیر عزل کرنا درست ہے فساد زمانہ کی وجہ سے"۔[۳۱]

معاشی پریشانی کے خوف سے ان عارضی طریقوں کے استعمال کی اجازت نہیں کیونکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ رزاق ہے وہ افزائش نسل کے ساتھ وسائل معاش میں بھی اضافہ کرتا ہے، نیز محض حسن و جمال کو برقرار رکھنے کے لیے بھی ضبط تولید نادرست ہے کہ زیبائش و آرائش کا یہ مبالغہ آمیز تصور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

۲۔ مستقل طریقے

مرد و عورت کے اعضائے تناسل میں ایسی کوئی تبدیلی کر دی جائے کہ ہمیشہ کے لیے پیدائش کا سلسلہ بند ہو جائے، اس کے زمرے میں درج ذیل طریقے آتے ہیں:

۱۔ نس بندی (Vesectomy)

۲۔ نل بندی (Tuballigation)

۳۔ اخراج رحم (Hystertomy)

زمانہ قدیم میں اس مقصد کے تحت لوگ خصی ہو جاتے تھے، روایتوں میں آتا ہے کہ بعض صحابہ کرام نے گوشہ نشینی اور عبادت میں کامل یکسوئی کے مقصد سے خصی ہو جانے کی اجازت چاہی تو آنحضور ﷺ نے شدت کے ساتھ ایسا کرنے سے منع فرمایا، چنانچہ بخاری میں ہے کہ: "رد رسول الله ﷺ على عثمان بن مظعون التبتل ولو اذن لا ختصينا" رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن مظعون کو گوشہ نشینی کی خواہش کو رد کر دیا اگر آپ ﷺ اجازت دے دیتے تو ہم خصی ہو جاتے"۔[۳۲]

حضرت عثمان بن مظعون ہی کے متعلق ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: "قال يا رسول الله انی رجل يشق علی العزوبة فاذن لی فی الخصاء قال لا ولكن

عليك الصيام " حضرت عثمان نے عرض کیا اللہ کے رسول! مجھ پر تجرد کی زندگی گراں ثابت ہو رہی ہے لہذا آپ مجھے خصی ہو جانے کی اجازت دے دیجئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تم روزہ رکھا کرو۔ ۳۳

حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں رہتے اور ہمارے ساتھ ہماری عورتیں نہیں ہوتی تھیں تو ہم نے اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ کیوں نہ ہم خصی ہو جائیں تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ۳۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے شکایت کی کہ میں کنوارا ہوں اور بیوی کے خرچ کا بار نہیں اٹھا سکتا ہوں کیا مجھے خصی ہو جانے کی اجازت ہے؟ تو آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو خصی بنے یا بنائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ۳۵

میں نے متعدد حدیثیں اس لیے نقل کر دی ہیں کہ ان احادیث پر غور کی نگاہ اس حقیقت کو اچھی طرح آشکارا کر دے گی اور اصحاب فکر و نظر سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ جائے گی کہ جسم کے کسی حصہ میں ایسی کوئی تبدیلی جس سے اس کا اصل مقصد ہی ختم ہو جائے کسی صورت جائز نہیں ہے، صحابہ کرام ایک نیک مقصد اور ضرورت کی بنا پر اس کی اجازت چاہتے ہیں اور اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہیں مگر ان کی یہ آرزو بارگاہ رسالت میں رد کر دی جاتی ہے، وہ چاہتے ہیں کہ اس طرح کر کے ہم ہر طرح کے جھگڑوں سے دور ہٹ کر مکمل یکسوئی کے ساتھ اللہ کی عبادت کر سکیں گے۔ وہ تقاضائے نفس سے پریشان ہیں مگر نکاح کی استطاعت نہیں، ناداری اور غربت کی وجہ سے بیوی کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے اس لیے سوچتے ہیں کہ اپنی اس خواہش کو مکمل طور سے ختم کر لیں۔ لیکن پیغمبر خدا کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ نہیں ایسا کرنا جائز نہیں، کیونکہ اللہ کی ساخت میں تبدیلی ہے، اس کی بناوٹ میں دخل اندازی ہے، مقصد تخلیق کو ختم کرنا ہے۔

اور اس کے بعد جو بھی طریقہ اختیار کیا جائے سب کا یہی حکم ہو گا کیونکہ کسی حکم کا دارومدار اثر اور نتیجہ پر ہوتا ہے لہذا خصی ہو جانے اور نس بندی وغیرہ میں اگرچہ اس حیثیت سے فرق ہے کہ خصی بن جانے میں تولیدی صلاحیت اور خواہش دونوں ختم ہو جاتی ہے اور نس بندی میں صرف قوت تولید بے کار ہو جاتی ہے اور خواہش برقرار رہتی ہے لیکن دونوں کا اثر اور نتیجہ ایک ہے، دونوں ہی ہمیشہ کے لیے افزائش نسل کی صلاحیت سے محروم ہو جاتے ہیں، ظاہر ہے کہ کسی چیز کی اصل منفعت اور مقصد کو ختم کر دینے یا بعینہ کسی چیز کو ختم کر دینے کا حکم یکساں ہے کسی کے ہاتھ کو مکمل طور سے کاٹ دینے یا اسے بے کار کر دینے میں فرق کا کوئی قائل نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ فقہائے اسلام نے کسی عضو کو کاٹ دینے یا اس کے فائدے کو زائل کر دینے کا حکم ایک بیان کیا ہے، علامہ کاسانی کا فقہ و فتاویٰ میں جو ممتاز مقام ہے وہ محتاج اظہار نہیں ہے، وہ اپنی مشہور زمانہ کتاب بدائع میں لکھتے ہیں: " اما الذی فیه دیة کاملة فالکلام فیه فی موضعین احدهما فی بیان سبب الوجوب والثانی فی بیان شرائطه ،اماالسبب فهو تفویتالمنفعة المقصودة من العضو علی الکمال وذلك فی الاصل باحدین الامرین ابانةالعضو واذهاب معنی العضو مع بقاء العضو صورة" جن چیزوں میں مکمل دیت ہے ان میں دو باتوں پر غور کرنا ہے، ایک سبب وجوب اور دوسری شرط، رہا سبب تو وہ اس نفع کو ختم کر دینا ہے جو کسی عضو سے مقصود ہے اس کی دو صورت ہو سکتی ہے ایک یہ کہ وہ عضو ہی جسم سے الگ کر دیا جائے دوسرے یہ کہ وہ عضو بظاہر تو باقی رہے لیکن جو اس سے مقصود ہے وہ برقرار نہ رہے۔ ۳۶

آگے لکھتے ہیں: "کہ اگر کوئی کسی کی پشت پر چوٹ لگائے جس کی وجہ سے منی پیدا کرنے کی صلاحیت ختم ہو جائے تو اس میں بھی مکمل خون بہا ہے کیونکہ یہ جنس کی منفعت کو ختم کرنا ہے "الصلب اذا احدودب بالضرب وانقطع الماء وهو المنی فیه دیة کاملة لوجود تفویت منفعة الجنس " ۳۷

واقعہ ہے کہ نس بندی وغیرہ ایک ناجائز عمل ہے، تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ عضو تناسل میں ایسی کوئی تبدیلی کہ افزائش نسل کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے رک جائے درست نہیں ہے، چنانچہ علامہ ابن حجر شافعی لکھتے ہیں "اتفقوا علی منع الجب والخصا فیلحق بذلك ما فی معناه من التداوی بالقطع اصلا" فقہاء کا اتفاق ہے کہ عضو تناسل کو کاٹ دینا یا خصی ہو جانا درست نہیں لہذا اس حکم میں دوا بھی داخل ہے جس کی وجہ سے صلاحیت ہمیشہ کے لیے ختم

ہو جائے۔[۲۸] اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کہتے ہیں: اعضاء تناسل کو کاٹ دینا اور جنسی قوت کو ختم کر دینے والی دواؤں کا استعمال کرنا یہ تمام چیزیں اللہ کی خلقت میں تبدیلی ہیں۔[۲۹]

غرضیکہ نس بندی یا اس جیسے مانع حمل طریقے جو ہمیشہ کے لیے قوت تولید کو ضائع کر دیتے ہیں وہ قرآن و حدیث کی رو سے ایک غیر اسلامی طریق کار ہے، اس کے ناجائز اور حرام ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

نفخ روح سے پہلے اسقاط حمل

نطفہ جب تک کہ بار آور نہ ہو اس کی کوئی حیثیت نہیں، لیکن رحم مادر میں پڑ جانے کے بعد ہی زندگی کی ابتدا ہو جاتی ہے، اس کی ایک گونہ زندگی کے احکام جاری ہو جاتے ہیں۔[۳۰] لہذا اسے ضائع کرنے کی کوشش ناجائز اور نادرست ہوگی، چنانچہ امام سرخسی لکھتے ہیں: "عورت کے رحم میں منی جا کر جب تک کہ فاسد نہ ہو اس وقت تک وہ زندگی قبول کرنے کا اہل ہوتا ہے، لہذا اس کو ضائع کرنے کا تاوان ایک زندہ شخص کے تاوان کی طرح ہے، جیسا کہ کوئی شخص حالت احرام میں کسی شکار کا انڈا توڑ دے تو اس پر وہی تاوان ہے جو ایک شکار کو مار ڈالنے کا ہے۔[۳۱]

اور شیخ علیش مالکی لکھتے ہیں: "منع حمل کے لیے دوا کا استعمال درست ہے اور جب رحم منی کو روک لے تو میاں بیوی یا ان میں سے کسی کے لیے (اور اگر باندی ہو تو) آقا کے لیے عضو کے بننے سے پہلے بھی اس کو ساقط کرنے کی کوشش کرنا جائز نہیں ہے۔[۳۲]

اور امام غزالی فرماتے ہیں: "زندگی کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ نطفہ رحم میں قرار پا جائے اور اس میں زندگی کی صلاحیت پیدا ہو جائے اس کو بھی ضائع کرنا گناہ ہے، پھر اگر یہ خون اور گوشت کا لوتھڑا بن جائے تو گناہ میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔[۳۳]

یہ مختلف مکاتب فکر کے چوٹی کے علماء کے خیالات ہیں جن کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نطفہ جب رحم میں قرار پا جائے تو اسے ضائع کرنے کی کوشش ناروا ہے، لیکن یہ حکم عمومی حالت میں ہے، کسی شرعی مجبوری اور ضرورت کی وجہ سے ضائع کرانے کی گنجائش ہوگی مثلاً ماں کے اندر زچگی کی صلاحیت نہ ہو، اس کی جان کا خدشہ ہو یا شدید بیماری میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو، جنین کسی خطرناک مرض میں مبتلا ہو یا اس درجہ ناقص الخلقت ہو کہ متعلقین کے لیے وہ جوکھن

جائے، ان تمام صورتوں میں نفخ روح سے پہلے اسقاط کی گنجائش ہوگی چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب رد المحتار میں ہے کہ عذر کی وجہ سے اسقاط جائز ہے، قال ابن وهبان فاباحة الاسقاط محمولة على علة العذر۔[۳۴]

نفخ روح کے بعد

قرآن میں ہے کہ نطفہ قرار پا جانے کے بعد سات مرحلوں سے گذر کر ایک زندہ انسان کا وجود ہوتا ہے ارشاد ربانی ہے ﴿ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين ثم جعلناه نطفة في قرار مكين ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاما فكسونا العظام لحما ثم انشأناه خلقا آخر فتبارك الله احسن الخالقين﴾ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ (یعنی غذا) سے بنایا پھر ہم نے اس کو نطفہ سے بنایا جو ایک محفوظ جگہ (یعنی رحم) میں رہا، پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنا دیا، پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی بنا دیا، پھر ہم نے اس بوٹی (کے بعض اجزاء) کو ہڈیاں بنا دیا پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا، پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اس کو ایک دوسری ہی طرح کی ایک مخلوق بنا دیا، سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے۔[۳۵]

اور حدیث میں ہے کہ ان مراحل کی تشکیل ۱۲۰ دن میں ہو جاتی ہے[۳۶] بار آوری کے بعد جب اتنے دن گذر جائیں تو جنین میں روح ڈال دی جاتی ہے، روح پڑ جانے کے بعد جنین اور زندہ انسان میں کوئی فرق نہیں ہے لہذا اسے ساقط کرانا نہایت ہی قبیح جرم ہے اس کے ناجائز اور حرام ہونے پر خود قرآن ناطق ہے، چنانچہ فرمان باری ہے "اپنے بچوں کو افلاس کے اندیشہ سے قتل مت کرو، کیونکہ ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی، بے شک ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔[۳۷]

عربوں میں ایک نہایت ہی گھناؤنی رسم تھی کہ وہ معاشرہ اور سوسائٹی میں بدنامی کے خوف سے نیز ناداری اور افلاس کے اندیشہ سے بچیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے تھے، علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اسقاط حمل بھی جاہلیت کے اس طریقہ کی نقل ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں "اسقاط الحمل حرام باجماع المسلمين وهو من الوأد الذي قال تعالى فيه

واذا الموؤودة سئلت بای ذنب قتلت" اسقاط حمل کے حرام ہونے پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ اور یہ زندہ دفن کر دینے کی ایک شکل ہے جس کے متعلق ارشاد باری ہے "جب دفن کر دی جانے والی بچیوں سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا۔ ۳۸،

روح پڑ جانے کے بعد اگرچہ جنین نقص الخلقت اور متعدی امراض کا حامل ہو اسقاط کی گنجائش نہیں ہے مگر یہ کہ یقینی طور سے معلوم ہو جائے کہ حمل کی وجہ سے ماں کی زندگی کو خطرہ ہے، اسقاط کے بغیر اس کا بچایا جانا ممکن نہیں تو ایسی صورت میں اسقاط کی اجازت ہوگی، کیوں کہ شریعت کا اصول ہے کہ دو ضرر رساں چیزوں میں سے اسے اختیار کیا جائے گا جس کا ضرر کم ہو، چونکہ ماں کی زندگی مستقل اور اصل ہے نیز اس پر خاندان کی اساس ہے اس لیے بچہ کی بنسبت اس کی ہلاکت میں ضرر زیادہ ہے۔ لہٰذا اسے بچانے کی خاطر بچے کی زندگی قربان کی جا سکتی ہے۔ ☆☆

مراجع

۱۔ فاتوا حرثکم أنی شئتم (تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو) البقرہ/ ۲۲۳
۲۔ تزوجوا الودود والولود (ایسی عورت سے نکاح کرو جو زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی ہو) سنن ابوداؤد، نسائی بحوالہ المشکوۃ/ ۲۶۷
۳۔ انا کل شیء خلقناہ بقدر (ہم نے ہر چیز کو اندازہ سے پیدا کیا ہے) القمر/ ۴۹
۴۔ وما من دابة فی الارض الا علی الله رزقها (روئے زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے) ھود/ ۶
۵۔ آنحضور ﷺ کے زمانے تک یہ صورت برقرار رہی کہ غربت اور افلاس کے ڈر سے بچوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ قرآن حکیم نے بڑی شدت اور سختی کے ساتھ اس پر پابندی لگائی۔ فرمان ربانی ہے ﴿ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق نحن نرزقهم وایاکم إن قتلهم کان خطأ کبیرا﴾ بنی اسرائیل/ ۳۱
۶۔ صحیح مسلم ۱/ ۴۶۵، ۷۔ کنا نعزل علی عهد رسول الله ﷺ والقرآن ینزل (مسلم ۱/ ۴۶۵)
۸۔ لوکان شیئا ینهی عنه نهانا عنه القرآن (حوالہ سابق)
۹۔ سنن ابوداؤد ۱/ ۲۹۵، سنن ترمذی ۱/ ۲۱۲، ۱۰۔ صحیح مسلم ۱/ ۴۶۵
۱۱۔ حوالہ سابق ۱/ ۴۶۵، ۱۲۔ حوالہ سابق ۱/ ۴۶۶ باب جواز الغیلة

۱۳۔ حوالہ سابق ۱/ ۴۶۵، ۱۴۔ حوالہ سابق قولہ لا علیکم اقرب الی النهی
۱۵۔ حوالہ سابق، ۱۶۔ حوالہ سابق، ۱۷۔ المغنی ۷/ ۲۳۶
۱۸۔ المغنی ۷/ ۲۳۶، اتحاف ۹/ ۱۸۵، فتاوی ابن تیمیہ ۳۲/ ۱۰۸
۱۸۔ فتح الباری ۹/ ۳۸۵، احیاء علوم الدین مع الاتحاف ۹/ ۱۹۳، ۱۹۔ فتح الباری ۹/ ۳۸۵
۲۰۔ قال ابن عباس العزل هو الوأد الاصغر (احیاء علوم الدین مع الاتحاف ۹/ ۱۹۳) وعن عباس انکر ان یکون العزل وأدا (فتح الباری ۹/ ۳۸۶) اور دیکھئے اعلاء السنن ۱۷/ ۳۰۱) عن ابن مسعود قال فی العزل هو موءدة الصغری قال الهیثمی رجاله رجال الصحیح وقد رجع عنه (اعلاء السنن ۱۷/ ۳۰۲)
۲۱۔ سندہ صحیح (اعلاء السنن ۱۷/ ۳۰۱) سندہ جید (فتح الباری ۹/ ۳۸۶) نیز دیکھئے الاتحاف ۹/ ۱۹۳
۲۲۔ صحیح مسلم ۱/ ۴۶۵، ۲۳۔ رد المحتار ۲/ ۴۱۳
۲۴۔ اما صلاتها و صومها فصحیحة وإن کان ذلك الدواء فی جوفها اما جواز ذلك ففیه نزاع بین العلماء والاحوط أن لا یفعل (فتاوی ابن تیمیہ ۳۲/ ۲۷۲)
۲۵۔ سنن ابوداؤد ۲/ ۵۴۳ کتاب الطب
۲۶۔ سنن ابن ماجہ ۲/ ۶۳۵ کتاب النکاح، محدثین نے ان احادیث کی شرح میں جو کچھ لکھا ہے ترجمہ میں اس کی رعایت رکھی گئی ہے۔ ۲۷۔ صحیح مسلم ۱/ ۴۶۲، ۲۸۔ حوالہ سابق
۲۹۔ حاشیة السندی علی ابن ماجه ۲/ ۶۲۱، ۳۰۔ مفتاح دار السعادۃ/ ۹۲۰
۳۱۔ رد المحتار، ۳۲۔ صحیح بخاری ۲/ ۷۵۹، ۳۳۔ فتح الباری ۹/ ۱۳۶ بحوالہ طبرانی
۳۴۔ نغزو مع رسول الله ﷺ ولیس لنا شیء فقلنا الا نستخصی؟ فنهانا عن ذلك (صحیح بخاری ۲/ ۷۵۹)
۳۵۔ شکا رجل الی رسول الله ﷺ الغروبة فقال الا اختصی قال لیس منا من خصی او اختصی (فتح الباری ۹/ ۱۳۶)، ۳۶۔ البدائع الصنائع ۷/ ۳۱۱
۳۷۔ البدائع الصنائع ۷/ ۳۱۱، ۳۸۔ فتح الباری ۹/ ۱۳۸، ۳۹۔ حجة اللہ البالغة ۲/ ۱۴۳
۴۰۔ فان العلة بعد ما وقع فی الرحم ما له الحیاة فیکون لله حکم الحیاة رد المحتار ۱/ ۵۱۹
۳۱۔ الاسود ۲۶/ ۸۷، ۳۲۔ فتح العلی ۱/ ۳۹۹، ۳۳۔ احیاء العلوم ۲/ ۵۳،
۳۴۔ رد المحتار ۲/ ۳۸۰، ۳۵۔ المومنون/ ۱۴، ۳۶۔ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ
۳۷۔ بنی اسرائیل/ ۳۱، ۳۸۔ فتاوی ابن تیمیہ ۳/ ۲۱۷

❁ ❁ ❁

مذہب عالم

ہندو دھرم (۳)

انیس احمد فلاحی

تخلیق کائنات

تخلیق کائنات کے تعلق سے ہندو دھرم میں متعدد روایات ملتی ہیں۔ ان میں سے چند ہدیہ قارئین کی جا رہی ہیں۔

منوسمرتی کی روایت

یہ تمام عالم آفرینش سے پہلے ظلمت سے ڈھکا ہوا تھا گویا حالت شب میں غیر ممیز تھا۔ پھر پرمیشور روہ تخلیق کے ساتھ ظاہر ہوئے اور اپنی ذات سے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو سب سے پہلے انھوں نے پانی کو بنایا اور اس میں نطفہ ڈالا اور نطفہ سے انڈا بنا اور اس سے برہما پیدا ہوئے اور انھوں نے انڈے کے دو ٹکڑے کیے۔ نصف اول سے جنت اور نصف ثانی سے ارض زمین تا آسمان اور جو ہے اس کے درمیان، آٹھوں سمتیں اور لہروں والی سمندر پیدا فرمایا پھر اپنے منہ سے برہمنوں کو بازوؤں سے چھتری کو، ران سے ویش اور پاؤں سے شودر کو پیدا فرمایا۔ چنانچہ جب تک برہما بیدار رہیں گے دنیا باقی رہے گی اور جب سو جائیں گے قیامت واقع ہو جائے گی اس طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات کو اور مجھے پیدا فرمایا اور قیامت کے وقوع کے بعد وہ دوبارہ اسی طرح دنیا کو پیدا فرمائے گا اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا۔ (باب ا ر ا۵۔۵۴)

اس روایت پر درج ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں:

۱۔ برہما مخلوق ہیں جنھیں پرمیشور نے مادہ تکوین سے پیدا فرمایا جبکہ ہندوؤں کے عقیدہ کی رو سے وہ خدا کی ازلی روح ہے اور تمام نچلی ارواح اسی کی جانب لوٹتی ہیں۔

۲۔ غور کیجیے برہما کی شکل میں پیدا ہوئی یہ مخلوق پھر خالق بن گئی، چنانچہ اس نے جنت اور زمین و آسمان کو پیدا فرمایا۔

۳۔ پھر اس خالق نے (جو اصلاً مخلوق تھا) ہندوؤں کے چاروں طبقات کو پیدا فرمایا اور بقیہ لوگوں کو کس نے پیدا فرمایا اس کی کوئی صراحت اس روایت میں نہیں۔

۴۔ برہما ہی کائنات کی تدبیر کرتا ہے۔ برہما کے خالق پرمیشور کی ذمہ داری کیا ہے نہیں معلوم۔

۵۔ یہ کائنات مسلسل فنا اور پیدا ہوتی رہے گی اس کا اختتام کب ہوگا نہیں معلوم۔ منو کے بیان کے مطابق بروقت ہم لوگ ساتویں دور سے گذر رہے ہیں۔

دوسری روایت

کائناتی روح انسانی شکل میں نمودار ہوئی اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی اپنے علاوہ کسی کو نہ پایا چنانچہ اس نے زور سے کہا: "میں یہاں ہوں" اور اسی طرح اسی لمحہ سے لفظ "میں" وجود میں آیا اسی لیے ہر انسان اپنے تعلق سے گفتگو کے وقت لفظ میں کا استعمال کرتا ہے۔ اس کائناتی روح یا پہلے انسان نے اپنی تنہائی کی وجہ سے خوف محسوس کیا اسی لیے انسان تنہائی میں خوف محسوس کرتا ہے۔ اور پھر اس نے خود سے سوال کیا میں کیوں ڈر رہا ہوں جبکہ میرے علاوہ اس دنیا میں کوئی اور نہیں ہے اور انسان تو دوسرے سے ڈرتا ہے۔ اور اس نے محسوس کیا کہ میں تنہائی کی وجہ سے سعادت سے محروم ہوں چنانچہ ساتھی کی تلاش میں اس نے اپنے دو حصے کیے ایک حصہ اسی حالت میں باقی رہا دوسرے نے ایک عورت کا روپ دھار لیا اور یہ عورت اس کی بیوی بنی اور پھر یہیں سے انسان کی پیدائش کا سلسلہ چلا۔ (الاساطیر الهندیة عن الکون وخلقه ص ۳۲)

دیوی بھاگوت پران کی روایت

شری نامی ایک دیوی جو شری پور کی ملکہ تھی اس نے یہ پوری دنیا بنائی اور برہما، وشنو اور مہادیو کو پیدا فرمایا۔ جب اس دیوی کی خواہش ہوئی تب اس نے اپنا ہاتھ گھسا اس ہاتھ میں ایک آبلہ پیدا ہوا اور اس میں سے برہما جی کی پیدائش ہوئی اس سے دیوی نے کہا کہ مجھ سے شادی کر۔ برہما نے کہا تو میری ماں ہے، میں تجھ سے شادی نہیں کر سکتا ایسا سن کر ماں کو غصہ آیا اور اس نے لڑکے کو جلا کر خاک کر دیا اور پھر ہاتھ گھس کر اسی طرح دوسرا لڑکا پیدا کیا اس کا نام وشنو رکھا اس کو بھی اسی طرح کہا اس نے جب اس کی بات نہ مانی تو اس کو بھی راکھ کر دیا پھر اسی طرح تیسرے لڑکے کو پیدا کیا اس کا نام مہادیو (شیو) رکھا اور اس سے کہا تو مجھ سے شادی کر۔ مہادیو

بولا میں تجھ سے شادی نہیں کر سکتا، تو دوسری عورت کا جسم بنالے دیوی نے ویسا ہی کیا تب مہادیو بولا یہ دو جگہ رکھی کیسی پڑی ہے؟ دیوی بولی یہ دونوں تیرے بھائی ہیں۔ انھوں نے میرا حکم نہ مانا اس لیے راکھ کر دیے گئے۔ مہادیو نے کہا میں اکیلا کیا کروں گا ان کو زندہ کر دے اور دو عورتیں اور پیدا کر تینوں کی شادی تینوں سے ہوگی۔ دیوی نے ایسا ہی کیا پھر تینوں کی شادی تینوں سے ہوگئی۔

غور کیجیے مذکورہ بالا روایت میں ماں کے ساتھ شادی نہ کی ہمشیرہ سے کرلی۔ تو کیا ہمشیرہ سے شادی کرنا ہندو دھرم میں جائز ہے۔ نیز یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس دیوی کا جسم اور اس شری پور کا بنانے والا اور دیوی کے والدین کون تھے۔ اگر کوئی یہ جواب دے کہ دیوی ازلی ہے تو کہا جائے گا کہ جو چیز ترکیب سے پیدا ہوتی ہے وہ ازلی بھی نہیں ہو سکتی۔ (دیکھیے ستیارتھ پرکاش)

مذکورہ بالا تینوں روایتوں کے علاوہ اور بھی متعدد روایات مقدس مذہبی کتابوں میں پائی جاتی ہیں چنانچہ وید میں اس کائنات اور اس کی جملہ اشیاء کو قربانی کا نتیجہ اور "ویدانت" میں ارادہ باری تعالیٰ سے پیدا شدہ مانا جاتا ہے۔ (دیکھیے ہندو دھرم: ص ۶۱۔ ۶۳، رگ وید: ۱۰/۹۰، ص ۴)

تخلیق کائنات کے تعلق سے یہ متضاد روایات ان کے غیر محفوظ اور غیر الہامی ہونے کی واضح دلیل ہیں۔ ☆☆

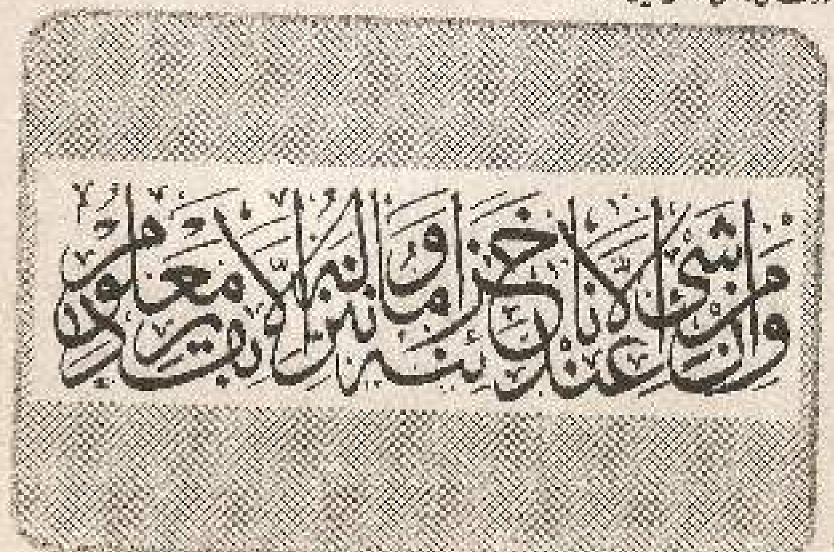

تعارف وتبصرہ

نام کتاب : الصادق الامین
مصنف : عطاء اللہ خاں رحمی
صفحات : ۱۸۹، تقطیع: متوسط، کاغذ: عمدہ، طباعت: اچھی
قیمت : ۵۰ روپے
ملنے کا پتہ : مکتبہ مہر، ۵۶/۱۳ شیخ کالونی، رسول آباد، بھیونڈی تھانہ، مہاراشٹرا
مبصر : افتخار الحسن ندوی

تعلیمی تربیت کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو موضوع سیرت پر اردو زبان میں بہت کم سرمایہ ہے۔ اس لیے جب "الصادق الامین" میرے سامنے آئی تو مجھے بے انداز خوشی ہوئی کہ وقت کی ایک اہم ترین ضرورت کو پورا کرنے کی اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ محبوب کو توفیق مرحمت فرمائی، اسی خوشی کے سبب میں نے کتاب کا ذوق و شوق سے مطالعہ کیا۔

حمد اللہ کتاب کو پڑھ کر خوشی ہوئی۔ کتاب جامع ہے۔ سیرت کے تمام اہم واقعات الگ الگ عنوانات کے تحت، مختصر طور پر، سادے انداز میں ایک ایک سبق ہی میں سمیٹ دیے گئے ہیں اور ہر سبق کے اختتام پر مشقی سوالات دے کر سبق کے عناصر و اجزا پر ذہنی گرفت کو مضبوط کرنے کی اچھی کوشش کی گئی ہے۔ کتاب اپنی جامعیت، معنویت اور تعلیمی افادیت کے لحاظ سے لائق تحسین و مبارکباد ہے۔

لیکن افسوس کہ جامعیت و معنویت کے لحاظ سے کتاب جس معیار کی ہے زبان و اسلوب اور ادب و انشا کے لحاظ سے اس معیار کی نہیں ہے۔ کاش مولف اس جانب بھی اپنی توجہ مبذول کرتے تاکہ کتاب کا اولی مقام و مرتبہ بھی لوگوں کے لیے وجہ کشش ہوتا۔ اگرچہ کتاب کی تقریظ میں مولانا حسان احمد ندوی نے اس بات کی صراحت کر دی ہے کہ اخلاص و محبت کے

جذبہ سے لکھی جانے والی تحریر ادب و انشا کے لحاظ سے خواہ کتنی ہی غیر معیاری ہو اس کی حرف گیری نہیں کی جا سکتی۔ وہ لکھتے ہیں:

اگر سیرت کے کسی مصنف کی تحریر میں اس عنصر خاص کی آمیزش ہے تو اس کی تحریر کسی بھی معیار کی ہو اس پر انگلی نہیں رکھی جا سکتی۔ مبدا اخلاص پر محمول آ جائے۔" اور اس کی دلیل کے طور پر سیرۃ النبی کے پہلے حصہ میں علامہ شبلی کا وہ سرنامہ پیش کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے:

"ایک گدائے بے نوا شہنشاہ کونین کے دربار میں اخلاص و محبت کی نذر لیکر آیا ہے۔"

لیکن جس شخص کی اخلاص و محبت میں ڈوبی ہوئی تحریر کا حوالہ پیش کیا ہے، وہ بھول گئے کہ اس کا اسلوب نگارش اور ادبی و لسانی حسن و معیار اردو زبان میں استناد کا درجہ رکھتا ہے، اس لیے صحیح بات اور صحیح مشورہ یہ تھا کہ کتاب کی جامعیت و معنویت کے ساتھ ساتھ اس کی زبان اور اس کے اسلوب کو بھی اعلیٰ ادب و انشا کا نمونہ بنانے کا مشورہ دیا جاتا۔ ورنہ کوئی پوچھ سکتا ہے کہ کیا سیرۃ النبی کے صفحات پر اخلاص و محبت کی بکھری ہوئی چاندنی کے پسو میں ایسے جملے بھی کہیں نظر آتے ہیں۔

ان کے مویشیوں اور بکریوں کو اپنے قبضہ میں کر کے لے آئے۔ (ص ۱۲۶)

رسول اللہ ﷺ کو صورت حال سے مطلع کر کے آپ ﷺ سے مزید کمک مانگی جائے یا آپ ﷺ کے کسی اور حکم کا انتظار تعمیل کے لیے کیا جائے۔ (۱۳۶)

انھوں نے جمعہ کی ساری داستان کہہ سنائی اور فرمائش کہ میرا اونا بھی اس پروپیگنڈہ میں شامل ہے۔ وہ مسلمانوں کے خلاف ہر ممکنہ تدبیر اپناتے رہے۔ (ص ۱۶۱)

بعض بعض مقامات پر اس طرح کی ناتراشیدہ عبارتیں اس کتاب کی علمی، ادبی وقعت و عظمت کو ضرور مجروح کرتی ہیں پھر بھی کتاب اپنی افادیت کے لحاظ سے قابل قدر ہے۔ اگر مولف موصوف تھوڑی سی توجہ اور محنت کریں تو کتاب ہر اعتبار سے لائق ستائش ہو سکتی ہے اور ہر حلقہ میں اس کو پذیرائی اور قبول عام حاصل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولف کو توفیق سے نوازے۔ ☆☆

تلخ و شیریں

ثناء اللہ سیالکوٹی

امارت بمقابلہ غربت

آج پاکستان میں ہزاروں افراد ایسے ہیں جو نان جویں کو ترس رہے ہیں، جن کے بچے جانور سے بدتر زندگی گذار رہے ہیں، اس کا اندازہ اس خبر سے لگائیے جو مشہور قانون داں ایس ایم ظفر صاحب نے بتایا تھا جسے مشہور صحافی وقار ملک صاحب نے تحریر کیا ہے، ان کے الفاظ میں پڑھئے:

آج پاکستان میں ایک طرف امارت کی انتہا، دوسری طرف غربت اپنی انتہا کو چھو رہی ہے، انھوں نے بتایا کہ کچھ عرصہ قبل امریکہ سے ان کے ایک دوست فیملی سمیت پاکستان آئے، یہ صاحب ہر دو سال بعد بچوں کو یہاں لیکر آتے ہیں تاکہ پاکستان کی اقدار اور ماحول سے اپنائیت پیدا ہو سکے، جب وہ کاغان، سوات، مری کی سیر کے بعد کار کے ذریعہ لاہور واپس آرہے تھے تو رات کو کھانے کے لیے دریائے چناب کے کنارے پر واقع ایک ہوٹل میں رکے، انھوں ڈنر کو لان میں چکن کڑاہی، سلاد، کولڈ ڈرنکس وغیرہ لانے کا آرڈر دیا، جب وہ کھانا کھا رہے تھے تو وہ مہذب انداز میں ہڈیاں ایک پلیٹ میں رکھ رہے تھے، جب ہڈیاں کافی مقدار میں جمع ہو گئیں تو ایک بچہ آگے بڑھا، اس نے وہ پلیٹ اٹھائی، ظفر صاحب بتا رہے تھے کہ ان کا دوست یہ سمجھا کہ یہ بچہ ہوٹل کا ملازم ہے، اس لیے ٹیبل کی صفائی کی غرض سے ہڈیوں والی پلیٹ اٹھا رہا ہے مگر انھوں نے دیکھا کہ اس بچے کا ہوٹل کے اسٹاف سے کوئی تعلق نہیں تھا، اس نے تھوڑے ہی فاصلہ پر جاکر ہڈیاں زمین پر گرادیں اور قریب کھڑے اپنے ہم عمر ساتھیوں کو آگے آنے کا اشارہ کیا، وہ بھی پلک جھپکتے ہی ان ہڈیوں پر ٹوٹ پڑے، امریکہ سے آئے ہوئے اس پاکستانی کی آنکھوں میں آنسو چھلک پڑے، وہ شخص ان بچوں کے قریب گیا اور جو کچھ پاس تھا سب ان بچوں میں تقسیم کردیا، پھر بوجھل طبیعت کے ساتھ پاکستان سے رخصت ہو گیا۔

جس ملک میں انسانوں کی خوراک کتے اور کتوں کی خوراک انسان کھانا شروع کردیں

اس ملک میں سابق حکمرانوں کے کہنے پر جمہوریت کی بحالی کے لیے کون کوشش کرے گا؟ چیف ایگزیکیٹو کے کہنے پر کون ہڑتال سے باز آئے گا، قول و فعل میں تضاد کے حامل علماء کے خطبوں پر کون اعتبار کرے گا، ایسی صورت میں انسان وہی بن کے رہ جائے گا جو ایک دیہاتی نے کہا تھا جس کے پانچوں بچوں اور بیوی کو کوئی مس وہگن کنڈیشنر خریدنے کے لیے تیار نہ تھا جو گرمی میں بری طرح جھلس رہے تھے، اس نے ایک پجارو میں ایک صاحب اور خوبصورت میم کے ساتھ ایک کتے کو دیکھا جو ایر کنڈیشنڈ ماحول کو خوب انجوائے کر رہا تھا، کاش میں بھی کتا ہوتا، ہم ایسے جملے سننے کے عادی ہو چکے ہیں، ضمیر مردہ ہو چکے ہیں، ہم پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ☆☆

(شکریہ ماہنامہ "**صراط مستقیم**" برمنگھم)

☆☆☆

غزل

عاقل اعظمی

تھی دلکشی بہار جہاں دیکھتا ہوں میں
بربادیٔ چمن کا سماں دیکھتا ہوں میں

دیکھا تھا میں نے خواب میں جنت نما چمن
تعبیر ہے اسی کی خزاں دیکھتا ہوں میں

راہ وفا کے نقش بھی صد حیف دوستو
اب مٹ رہے ہیں ان کے نشاں دیکھتا ہوں میں

آتی ہے یاد مجھ کو بہت سنگ کی وہ چتا
اٹھتا ہوا دھواں جو کہیں دیکھتا ہوں میں

ہشیار عندلیب کہ گلشن کے آس پاس
منڈلا رہی ہے برق تپاں دیکھتا ہوں میں

جان دینے پر بھی ختم تقاضا نہ ہو سکا
کیا رو گیا ہے اپنے یہاں دیکھتا ہوں میں

پل کر ہوئی جوان جہاں اب وہیں عاقل
دم توڑتی ہے اردو زباں دیکھتا ہوں میں

☆

جامعہ کے لیل و نہار

ادارہ

جمعیۃ الطلبہ کا تعلیمی مظاہرہ

طلبہ کی خفیہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے، انھیں علمی و روحانی اعتبار سے آگے بڑھانے اور ان کے اندر حصول علم میں تسابق و تنافس کا جذبہ پروان چڑھانے کے لیے جمعیۃ الطلبہ نے ۲۰، ۲۱؍ ستمبر کو تعلیمی مظاہرہ کا اہتمام کیا۔ جس میں طلبہ نے اردو عربی انگریزی اور فارسی میں تقریریں کیں، نظمیں پڑھیں، ایکشن ترانہ اور مکالمہ پیش کیا۔ پروگرام کا آخری جز ایک تمثیلچہ تھا جس کا عنوان تھا "ہند میں مسلمانوں کا عروج و زوال" یہ تمثیلچہ جسے عزیزم شاکر اکرم متعلم عربی ہفتم نے تیار کیا تھا کافی موثر اور دلنشیں تھا۔ لوگوں نے اسے کافی پسند کیا جس سے اس خیال کو مزید تقویت ملی کہ تاریخ اسلام کے اہم واقعات کو اگر مرئی روپ میں پیش کیا جائے تو اس سے طلبہ اسلام کی راہیں واہونے میں کافی مدد ملے گی۔

مولانا قمرالزماں صاحب کی تذکیر

مشہور صوفی بزرگ شاہ وصی اللہ صاحب مرحوم کے داماد اور خلیفہ جناب مولانا قمرالزماں صاحب مہتمم دارالمعارف ۲۳؍ ستمبر کو جامعہ تشریف لائے تو آپ سے استفادہ کے لیے ایک تذکیری نشست منعقد کی گئی۔

مولانا نے علم کی اہمیت و فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ علم دین سب سے اعلیٰ و ارفع علم ہے کیونکہ اس کا نفع آخرت تک پہنچتا ہے۔ غور کیجئے جس علم سے آپ کی آخرت سنور جائے وہ معمولی علم ہے؟ علم کی اہمیت کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ علم کے بغیر عمل ممکن نہیں اور عمل کے بغیر جنت کا حصول ممکن نہیں۔ روحانی ارتقاء میں علم مثل غذا کے ہے اور عبادت مثل دوا کے ہے۔ حصول علم کے لیے ادب و لحاظ انتہائی ضروری ہے۔ کتاب اللہ کا ادب، سنت رسول اللہ ﷺ کا ادب اور جن راستوں سے یہ علم آپ تک پہنچ رہا ہے ان کا بھی ادب و لحاظ ہونا

چاہیے۔

مولانا نے اساتذۂ کرام کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مسند درس وتدریس وہ جگہ ہے جو اصلاً نبی اکرم ﷺ کی جگہ تھی لہٰذا جو شخص بھی اس جگہ بیٹھا ہو اس کو وہی کرنا چاہیے جو نبی کریم ﷺ کرتے تھے نیز ہمیشہ یہ دیکھتے رہنا چاہیے کہ ہم جس مسند تدریس پر بیٹھے ہوئے ہیں اس کا حق بھی ادا کر رہے ہیں یا نہیں۔

نئی تقرری

ملحق مدارس اور قرب وجوار کی بستیوں اور بیرون جامعہ سے ربط و تعلق کے لیے جناب مولانا عبدالسلام صاحب اصلاحی مدنی ندوی کی تقرری شعبہ رابطہ عامہ میں ہوئی ہے۔ موصوف نے مدرسۃ الاصلاح سرائے میر سے عالمیت وفضیلت کرنے کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے بیمانس کی ڈگری حاصل کی ہے موصوف تعلیم وتدریس کا طویل تجربہ رکھتے ہیں۔ وہ اس کام کی ذمہ داری سنبھال لیں گے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو ان کی ذمہ داری حسن وخوبی انجام دینے کی توفیق بخشے۔

اظہار تعزیت

یہ خبر دیتے ہوئے بڑی تکلیف ہو رہی ہے کہ برادرم ملک شکیل احمد (فلاحی: عالمیت: ۱۹۸۷ء) اور ملک وسیم احمد فلاحی سدھار تھ نگر سنبھلی کے والد محترم حاجی محمد مسلم مرحوم پر چند ہفتہ قبل دل کا دورہ پڑا اور وہ ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف کافی دیندار اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ اللہ رب العزت ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔ جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

اسی طرح یہ خبر بھی ادارے کے لیے بڑی ہی افسوسناک ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الدین ملک فلاحی (فضیلت: ۱۹۸۹ء) کا دو سالہ بچہ ۲۳ اکتوبر کو تنکی میں ڈوب کر شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس بچے کی شہادت کو ان کے والدین کے لیے توشہ آخرت بنائے اور انہیں صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ ☆☆